الطاف احمد اعظمی

تصور عبادت

[یہ مصنف کی طبع شدہ کتاب ''اسلامی عبادات: تحقیقی مطالعہ'' کا ایک جزو ہے۔ قارئین ''اشراق'' کے افادے کے لیے اس کتاب کے جملہ مباحث بالاقساط شائع کیے جا رہے ہیں۔]

۲

اسلام میں ایک عبادت گزار سے جہاں یہ مطلوب ہے کہ وہ اپنے اعضاء و جوارح سے خدا کے سامنے عجز و تذلل کا اظہار کرے، جسے عرف عام میں پرستش سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہاں اس سے یہ بھی مطلوب ہے کہ وہ معاملات زندگی میں دل کی مکمل رضا کے ساتھ حتی المقدور خدا کی فرماں برداری کرے اور اس کی نافرمانی سے بچے۔ بندے کے اس عابدانہ رویے کا نام قرآن مجید کی زبان میں تقویٰ ہے۔ عبادت اور تقویٰ میں گہرا رشتہ ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس ربط و تعلق کو واضح کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

أَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ. (سورۂ نوح ۷۱: ۳)
''یہ کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔''

دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَإِبۡرَاهِيۡمَ إِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ. (سورۂ عنکبوت ۲۹: ۱۶)
''اور ابراہیم کہ جب اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے:

وَإِنَّ هٰذِهِۤ أُمَّتُكُمۡ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ. (سورۂ مومنون ۲۳: ۵۲)

اس آیت میں ''فاعبدون'' کی جگہ ''فاتّقون'' (پس میری نافرمانی سے بچو) کے جملہ نے عبادت کے مفہوم

کوکھول دیا ہے کہ وہ دل سے خدا کی اطاعت وفر ماں برداری کا نام ہے۔

اخلاص عبادت

اسلامی عبادت کے مفہوم میں جس طرح برضا ورغبت خدائے واحد کی اطاعت و بندگی کا مفہوم، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، بنیادی حیثیت رکھتا ہے اسی طرح ضروری ہے کہ یہ اطاعت و بندگی خالص ہو، اس میں کسی طرح کی آمیزش نہ ہو۔ قرآن کی اصطلاح میں اس بے آمیز عبادت کو ’’اخلاص دین‘‘ کہا گیا ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

إِنَّـا أَنْـزَلْـنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰـهَ مُـخْـلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ . أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ . (سورۂ زمر: ۲)

’’بے شک ہم نے یہ کتاب تمھاری طرف مطابق حق اتاری ہے تو تم اللہ ہی کی بندگی کرو اطاعت کو اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔ سن لو کہ خالص اطاعت کا سزاوار اللہ ہی ہے۔‘‘

دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَمَـا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ . (سورۂ بینہ: ۵)

’’ان کو بس یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی بندگی کریں، اطاعت کو اسی کے لیے خاص کرتے ہوئے، بالکل یکسو ہو کر۔‘‘

اخلاص کے لفظی معنی چھانٹ کر الگ کر دینے کے ہیں یعنی اگر کسی چیز میں کوئی اور شے خارج سے آ کر شامل ہو گئی ہو تو اس کو اصل شے سے جدا کر دینا اخلاص ہے۔ ’خلص الماء من الکدر‘ کا مطلب ہے، پانی کا میل کچیل سے پاک وصاف ہونا۔ اسی سے لفظ خالص بنا ہے جو اردو میں کثیر الاستعمال ہے۔ عربی میں ’’ھذا ثوبٌ خالصٌ‘‘ کے معنی ہیں ’’یہ صاف رنگ کا کپڑا ہے‘‘ یعنی اس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہیں ہے۔ دین کے معنی لغت میں متعدد ہیں۔ ایک معنی اطاعت کے بھی ہیں۔ اوپر کی آیت میں یہ اطاعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

’’اخلاص اور دین‘‘ کی اس لغوی وضاحت کے مطابق مذکورہ بالا آیات میں اخلاص دین کا مفہوم یہ ہوا کہ خدا کی اطاعت کے ساتھ کوئی دوسری اطاعت یا اطاعتیں جمع نہ ہوں۔ خدا کی خالص اطاعت و بندگی کو جن چیزوں نے ہمیشہ سے داغ دار کیا ہے ان میں نفس اور مخلوق کی اطاعت نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ اول الذکر اطاعت کے متعلق فرمایا گیا ہے:

أَفَرَأَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ. (سورۂ جاثیہ:۲۳)

”کیا تم نے دیکھا اس آدمی کو جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے۔“

موخر الذکر اطاعت میں مرئی اور غیر مرئی دونوں مخلوقات شریک رہی ہیں۔ غیر مرئی مخلوق میں فرشتے اور مرئی مخلوق میں وفات یافتہ بزرگان دین قابل ذکر ہیں۔ ہم نے اوپر سورۂ زمر کی جو آیت نقل کی ہے، جس میں خدا کی خالص اطاعت کا حکم دیا گیا ہے، اس سے ٹھیک متصل یہ آیت ہے:

وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ أَوۡلِيَآءَ مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَا إِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى إِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِيۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِيۡ مَنۡ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ. (سورۂ زمر:۳)

”اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوسرے کارساز (اولیاء) بنا رکھے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا سے قریب کر دیں۔ اللہ ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اللہ ان لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا جو جھوٹے اور ناشکرے ہیں۔“

اس آیت میں بہت واضح طور پر وفات یافتہ صلحا اور انبیا کی کارسازی کی تردید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور ناشکرے بھی۔ نفس پرستی اور غیر خدا کی مطلق کارسازی کے عقیدہ کے علاوہ درج ذیل امور بھی اخلاص عبادت کے منافی ہیں:

۱۔ خدا کے سوا کسی دوسرے کو، خواہ وہ نبی اور ولی ہی کیوں نہ ہو، سجدہ نہ کیا جائے اس لیے کہ سجدہ عبادت (نماز) کا ایک اہم رکن ہے اور وہ اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ فرمایا گیا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ارۡكَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّكُمۡ. (سورۂ حج:۷۷)

”اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو۔“

معلوم ہوا کہ رکوع اور سجدہ عبادت میں داخل ہیں اس لیے یہ دونوں عمل کسی بھی شکل میں مخلوق کے لیے جائز نہیں، خواہ تعظیم کی غرض سے ہو اور خواہ اطاعت و بندگی کے اظہار کے لیے[۱۸]۔ یہاں کسی کے ذہن میں یہ بات آ سکتی ہے کہ قرآن میں برادران یوسف کی سجدہ گزاری کا ذکر آیا ہے۔ اس سجدہ کا مطلب زمین پر گر جانا نہیں، بلکہ سر کو ذرا آگے کی طرف خم کرنا ہے۔ اس کو انگریزی میں Bow down کہتے ہیں[۱۹]۔ اس سے مقصود اعتراف عزّ و کمال ہے۔

---

[۱۸] فتاویٰ عالم گیری کے الفاظ ہیں: 'لا يكفر ولكن باثم لارتكابه الكبيرة' (ص۳۶۹) ”غیر اللہ کو سجدۂ تعظیمی کرنے والوں کی تکفیر تو نہیں کی جائے گی لیکن گنہ گار ٹھہرایا جائے گا اس لیے کہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔“

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آسمان و زمین نیز درخت اور پہاڑ کی سجدہ گزاری کا بیان ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں معروف معنی میں سجدہ نہیں کرسکتی ہیں اس لیے لازماً ان کے سجدے کا مطلب اللہ کے طبعی قوانین کی تعمیل ہے۔ پس کسی مخلوق کو حقیقی معنی میں سجدہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ سجدہ گزار اس کا مطیع و عابد ہے اور یہ عمل اخلاص عبادت کے منافی ہوگا۔

۲۔ کسی مخلوق کو مافوق الطبعی طور پر حاجت روا[20] اور مشکل کشا سمجھ کر نہ پکارا جائے کہ یہ عمل اخلاص عبادت کے منافی ہے۔ صاف لفظوں میں کہا گیا ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ. (سورۂ یونس: ۱۰۶)

”اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو جو نہ تمھیں نفع پہنچائیں اور نہ نقصان۔ اگر تم نے ایسا کیا (یعنی حاجتوں اور مصیبتوں میں غیر خدا کو مدد کے لیے پکارا) تو تمھارا شمار ظالموں (مشرکوں) میں ہوگا۔“

ہر مذہب کے درویشوں اور ولیوں کے بارے میں اس کے غالی پیرووں کا یہ خیال رہا ہے اور آج بھی ہے کہ وہ خدا کی طرف سے تصرف کا اختیار رکھتے ہیں اور اپنے ماننے والوں کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اسی باطل خیال کے تحت وہ ان کے مقابر پر جا کر ان سے مدد مانگتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس اختیار و تصرف کی شدت کے ساتھ تردید کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کوئی مخلوق کسی نوع کے مافوق الفطری اختیار سے بہرہ ور نہیں ہے۔ اس مضمون کی چند آیات ملاحظہ ہوں:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ. اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ. (سورۂ فاطر: ۱۳، ۱۴)

”اس کے سوا جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم انھیں پکارو تو وہ (بذات خود) تمھاری پکار کو سن نہیں سکتے، اور اگر (کسی ربّانی ذریعہ سے) سن بھی لیں تو تمھاری حاجت روائی نہیں کر سکتے، اور روز آخرت وہ تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے، ایک باخبر (یعنی اللہ) کے سوا کوئی دوسرا تمھیں اس حقیقت کی خبر نہ دے گا۔“

---

[19] توریت کے انگریزی ترجمہ میں اس مقام پر Bow down ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

[20] قرآن مجید میں ہے: ’فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ‘ (العنکبوت ۱۷) ”پس اسی سے رزق چاہو، اور اسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر بجالاؤ۔“

أَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنْ يَتَّخِذُوْا عِبَادِىْ مِنْ دُوْنِىْ أَوْلِيَآءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِيْنَ نُزُلًا. (سورۂ کہف: ۱۰۲)

’’پس کیا منکرین حق نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا ولی اور کارساز بنا لیں (اور میں ان کا محاسبہ نہ کروں گا) ہم نے جہنم کو ایسے منکروں کے استقبال کے لیے تیار کر رکھا ہے۔‘‘

قُلْ أَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا. (سورۂ رعد: ۱۶)

’’کہو، کیا تم لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر ان کو اپنا ولی اور کارساز بنا لیا ہے جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔‘‘

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِىْ حُكْمِهٖ أَحَدًا. (سورۂ کہف: ۲۶)

’’اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں ہے اور وہ اپنے اختیار میں کسی کو ساجھی نہیں بناتا۔‘‘

بہت سے نادان کہتے ہیں، اور عرب کے مشرکین کا بھی خیال تھا، کہ وہ حاجات و بلایا میں غیر خدا کو محض وسیلہ سمجھ کر پکارتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں چونکہ وہ خدا کے مقرب ہیں اس لیے وہ اللہ سے کہہ کر ان کی مرادیں پوری کر دیتے ہیں یا ان کے کہنے سے اللہ ان کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ گویا وہ خدا کے ہاں ان کے سفارشی ہیں۔ قرآن مجید نے اس خیال کو باطل قرار دیا ہے۔ فرمایا گیا ہے:

أَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ. قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَّهٗ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ. (سورۂ زمر: ۴۳، ۴۴)

’’کیا انھوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو سفارشی بنا رکھا ہے! کہو، اگرچہ نہ وہ کچھ اختیار رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے ہوں۔ کہہ دو کہ سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ أَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمَاوَاتِ وَلَا فِى الْأَرْضِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. (سورۂ یونس: ۱۸)

’’اور وہ اللہ کے سوا ایسوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور نہ نقصان، اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، کہہ دو، کیا تم اللہ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو جس کا اس کو علم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک اور بلند ہے

ان چیزوں سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھیراتے ہیں۔‘‘

نادان لوگ جن اولیاء اور بزرگان دین کے وسیلے پر اعتماد کرتے ہیں ان کا حال قرآن مجید نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا.
(سورۂ بنی اسرائیل ۵۶:۱۷،۵۷)

’’کہو کہ ان کو پکار دیکھو، جن کو تم نے اس کے سوا معبود خیال کر رکھا ہے، وہ نہ تم سے کسی مصیبت کو دفع کر سکیں گے، نہ اس کو ٹال سکیں گے۔ یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے رب تک رسائی حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کون سب سے زیادہ مقرب بنتا ہے۔ وہ اپنے رب کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تمھارے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے قابل۔‘‘

۳۔ اخلاص عبادت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ خدا کی بخشی ہوئی نعمتوں میں کسی مخلوق کو شریک نہ کیا جائے۔ یہ گمان رکھنا کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ اس کو جو نعمتیں حاصل ہیں، خواہ اولاد ہو، مال و منال ہو یا عہدہ و منزلت، وہ خدا کے سوا کسی اور نے دی ہیں، براہ راست یا بالواسطہ، فرمایا گیا ہے:

وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ. (سورۂ نحل ۱۶:۱۱۴)

’’اور اللہ کی نعمت کا شکر بجا لاؤ اگر تم فی الواقع اسی کی عبادت کرتے ہو۔‘‘

قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ تمثیل کے پیرایہ میں اس حقیقت کو ان لفظوں میں ذہن نشین کرایا گیا ہے:

فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ. فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا

’’پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے ایک خفیف سا حمل رہ گیا جسے وہ لیے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں (مرد اور عورت) نے اللہ سے، جو ان کا رب ہے، دعا کی کہ خدایا اگر تو نے ہمیں ایک تندرست اور بے عیب بچہ عطا کیا تو ہم تیرے شکر گزار رہوں گے۔ مگر جب اللہ نے ان کو ایک

وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ. وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَآ أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ. وَإِنْ تَدْعُوْهُمْ إِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوْهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُوْنَ. إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ. (سورۂ اعراف:۱۸۹-۱۹۴)

صحیح وسالم بچہ دے دیا تو اس کی بخشی ہوئی اس نعمت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے۔ اللہ کی ذات بہت بلند وبرتر ہے ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ خدا کے ساتھ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔ وہ نہ تو ان کی مدد پر قادر ہیں اور نہ ہی اپنی ذات کو مدد پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اگر تم ان کو رہ نمائی کے لیے پکارو تو وہ تمھارے ساتھ نہ چلیں۔ خواہ تم انھیں پکارو یا چپ رہو (باعتبار نتیجہ) یکساں ہے۔ تم اللہ کے سوا جن ہستیوں کو پکارتے ہو وہ تو تمھارے ہی جیسے بندے ہیں۔ پس ان کو پکار دیکھو، وہ تمھیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۴۔ غیر خدا پر اعتماد کہ وہ علی الاطلاق نفع وضرر پہنچانے کا اختیار رکھتے ہیں، اخلاص عبادت کے خلاف ہے۔ اس کے برعکس اس بات پر اعتماد رکھا جائے کہ ہر قسم کے نفع ونقصان کا سررشتہ صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ اپنے کسی بندے کو کوئی فائدہ پہنچانا چاہے تو سارا جہاں مل کر بھی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر کسی کے حق میں اس کے اعمال بد کی پاداش میں نقصان کا فیصلہ کر دے تو اس سے کوئی اس کو بچا نہیں سکتا ہے۔ (سورۂ یونس ۱۷) عبادت اور توکل کا یہ ارتباط آیۂ ذیل سے بالکل واضح ہے:

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ. (سورۂ ہود:۱۲۳) ''اس کی بندگی کرو اور اسی پر بھروسہ کرو۔''

عبادت کا وسیع مفہوم

عبادت کا لفظ جب اصطلاحاً استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے عام طور پر بعض معروف اعمال عبادت، مثلاً پرستش، دعا اور قربانی وغیرہ مراد لیے جاتے ہیں، اخلاق اور معاملات اس میں شامل نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ اسلام نے عبادت کے اس محدود مفہوم کو ختم کیا اور بتایا کہ بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی عبادت میں داخل ہے۔ جس نے خدا کا حق ادا کیا، لیکن بندوں کے حقوق، جو خدا نے اس پر عائد کیے ہیں، ادا نہ کیے تو وہ خدا کی نظر میں عابد شمار نہ ہوگا۔ قرآن مجید

میں ایک سے زیادہ مقامات پر عبادت کے اس پہلو کو واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـًٔا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا. (سورۂ نساء:۳۶)

’’اور اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھیراؤ۔ اور والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی (یعنی جس سے کوئی آشنائی نہ ہو) ہم نشین مسافر اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اور (مال و جاہ پا کر) اترانے والوں اور گھمنڈ کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔‘‘

دوسری جگہ فرمایا ہے:

قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ وَلَا تَنۡقُصُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ اِنِّىۡۤ اَرٰٮكُمۡ بِخَيۡرٍ وَّاِنِّىۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ مُّحِيۡطٍ. وَيٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِكۡيَالَ وَالۡمِيۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ. (سورۂ ہود:۸۴-۸۵)

’’اے میری قوم کے لوگو! اللہ ہی کی بندگی کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ (اس وقت) میں تمھیں اچھی حالت (یعنی فارغ البالی) میں دیکھ رہا ہوں (لیکن آگے) میں تم پر ایک گھیرنے والے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ اور اے میری قوم کے لوگو! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ اور لوگوں کی چیزوں میں ان کی حق تلفی نہ کرو اور زمین میں فساد پھیلانے والے بن کر نہ پھرو۔‘‘

ماضی میں دیگر اقوام کی طرح قوم شعیب کا تصور عبادت بھی ناقص تھا۔ چنانچہ جب شعیب علیہ السلام نے انھیں مالی معاملات میں انصاف سے کام لینے کی تلقین کی، جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان ہوا ہے، تو انھوں نے کہا:

اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِىۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا اِنَّكَ لَاَنۡتَ الۡحَلِيۡمُ الرَّشِيۡدُ. (سورۂ ہود:۸۷)

’’کیا تمھاری نماز تمھیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان چیزوں سے دست بردار ہو جائیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں یا یہ کہ ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہ کریں، (کیا خوب) بس

تمھی تو ایک دانش منداور راست رو ہو۔‘‘

فی الحقیقت اسلام میں انسان کا ہر عمل عبادت اور باعث اجر ہے، خواہ وہ عمل بادی النظر میں بالکل حقیر ہو، بلکہ سراسر دنیا کا کام معلوم ہوتا ہو، بشرطیکہ اس عمل سے خدا کی رضا اور اس کا تقرب مطلوب ہو۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت سعد نے خدمت اقدس میں آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، میں اپنی کل دولت راہ خدا میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، سعد تم جو کچھ راہ خدا میں صرف اس کی خوش نودی کی طلب میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو ضرور ملے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں اس غرض سے ڈالو گے اس کا بھی تم کو ثواب ملے گا۔[۲۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ ہو:

ما اطعمت نفسك فهو لك صدقة، ما اطعمت ولدك فهو لك صدقة، ما اطعمت زوجك فهو لك صدقة، ما اطعمت خادمك فهو لك صدقة. (مسند احمد)

’’تم نے خود اپنے آپ کو جو کھلایا وہ تمھاری طرف سے صدقہ ہے، جو اپنی اولاد کو کھلایا وہ بھی تمھاری طرف سے صدقہ ہے، جو اپنی بیوی کو کھلایا وہ تمھاری طرف سے صدقہ ہے اور اپنے نوکر کو جو کھلایا وہ بھی تمھاری طرف سے صدقہ ہے۔‘‘

بہت سے قارئین یہ جان کر حیران ہوں گے کہ اسلام میں میاں بیوی کے جنسی تعلقات بھی عبادت میں داخل ہیں۔ ایک بار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ مباشرت بھی صدقہ ہے۔ انھوں نے تعجب سے کہا، کیا شہوت کے پورا کرنے میں بھی اجر ہے؟ فرمایا، تمھارا کیا خیال ہے، اگر وہ یہ کام حرام طریقے سے کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا؟ صحابہ نے کہا، ضرور یہ فعل گناہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا، تو جب وہ یہی کام حلال طریقے سے کرے گا تو اس کو یقیناً ثواب ملے گا۔ ’كذالك اذا وضعها فى الحلال كان له اجر‘۔[۲۲]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

ما من مسلم يغرس غرسا او يزرع زرعا فياكل منه طير أو انسان أو بهيمة الا كان له صدقة. (متفق علیہ)

’’جس مسلمان نے بھی درخت لگایا یا کھیتی کی پھر اس درخت یا کھیتی سے چڑیا یا انسان یا جانور کھائے تو یہ ضرور اس کی طرف سے صدقہ ہوگا۔‘‘

انسانی معاشرے میں مزاج اور مفادات کے مختلف ہونے کی وجہ سے بسا اوقات آپس کے تعلقات متاثر ہوتے

---

[۲۱] ادب المفرد، امام بخاری، باب: يوجر فى كل شئى۔

[۲۲] رواہ مسلم والترمذی، مزید دیکھیں، مسند احمد۔

ہیں اور دلوں میں بغض و نفرت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان بگڑے ہوئے تعلقات کو درست کرنا بھی عبادت ہے۔ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ میں تم کو نفل روزہ و نماز اور صدقہ سے بھی بڑھ کر درجہ کی چیز نہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ نے کہا، وہ ہے آپس کے تعلقات کا درست کرنا، یعنی اصلاح ذات البین۔[۲۳]

اتنا ہی نہیں، ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دینا، گونگے کو سنا دینا، اور اندھے کو راہ دکھا دینا بھی اسلام میں نیکی اور صدقہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آدمی کی معمولی باتیں بھی اس کے لیے صدقہ ہیں۔ مثلاً انصاف کی بات کہنا، آدمی کو اس کے جانور پر سوار کرا دینا یا اس کے سامان کو اس پر لا دینا، بھلی بات کہنا، نماز کے لیے پیدل چل کر جانا اور راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا وغیرہ۔[۲۴]

خدمت خلق

اسلام کے تصور عبادت میں، جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہوا، خدمت خلق کا شمار عبادت میں ہے اور اس کا درجہ بہت بلند ہے۔ ایک حدیث میں کل مخلوق کو خدا کا کنبہ کہا گیا ہے اور وہی شخص اس کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبہ کے لیے زیادہ خیر خواہ اور نفع بخش ہو۔ حدیث کے الفاظ ہیں: 'الخلق کلهم عیال اللّٰه و احبهم الیه انفعهم لعیاله'۔[۲۵]

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مسکین اور بیوہ کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والے کا مرتبہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے، روزہ دار اور رات میں نماز پڑھنے والے کے برابر ہے 'الساعی علی الارملة و المسکین کالمجاهد فی سبیل اللّٰه و کالذی یصوم النهار و یقوم اللیل'۔[۲۶]

ایک بار کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ کی خدمت میں کچھ لوگ انتہائی پریشاں حالی میں صرف کمبل اوڑھے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ کی نظر جیسے ہی ان کے خستہ حال چہرے پر پڑی اداس ہو گئے۔ گھر میں تشریف لے گئے، کچھ دینے کو نہ ملا تو مایوسی کے عالم میں باہر آ گئے۔ بلال سے کہا کہ تمام مسلمانوں کو جمع کرو۔ وہ جمع ہوئے اور سب نے مل کر کافی

---

[۲۳] سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب: اصلاح ذات البین۔

[۲۴] رواہ البخاری و مسلم۔

[۲۵] رواہ ابوالعلیٰ۔

[۲۶] بخاری، کتاب الادب۔

سرمایہ اکٹھا کیا اور رسول اللہ کے حوالہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپ نہایت خوش ہوئے۔ واقعے کے راوی حضرت جابر بن عبداللہ کے الفاظ ہیں: ’فرأيت وجه رسول اللّٰه كانه مذهبة ‘’’پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ کا چہرہ سونے کی طرف دمک رہا ہے۔‘‘[۲۷]

اس سلسلے میں ایک حدیث قدسی بھی قابل ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ روز آخرت فرمائے گا:

> ’’اے ابن آدم! میں بیمار ہو گیا تھا مگر تو نے میری عیادت نہ کی۔ بندہ عرض کرے گا: اے رب میں بھلا تیری عیادت کیونکر کرتا، تو تو پروردگار عالم ہے۔ خدا فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی خبر گیری کو جاتا تو اس کو میرے پاس پاتا یا مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے نہیں کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا: اے رب میں تجھ کو کیونکر کھلاتا تو تو خود سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ خدا فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں (بھوکے) بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے نہیں کھلایا، اگر تو اس کو کھلاتا تو اسے میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے نہیں پلایا۔ بندہ عرض کرے گا: اے رب میں تجھے کیونکر پانی پلاتا کہ تو رب العلمین ہے۔ خدا فرمائے گا: میرے فلاں (پیاسے) بندے نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے نہیں پلایا۔ اگر تو اس کو پانی پلاتا تو اسے میرے پاس پاتا۔‘‘ (مسلم، رواہ ابوہریرہ، مزید دیکھیں، ادب المفرد (امام بخاری) باب: عیادة المرضیٰ)

انسان تو بڑی چیز ہے، اسلام میں جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کو بھی نیکی کا کام بتایا گیا ہے۔ ایک مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ایک آدمی کا واقعہ سنایا کہ اس نے ایک کتے کو دیکھا کہ وہ پیاس کی شدت سے زبان نکالے ہوئے مٹی چاٹ رہا ہے (يلهث يا كل الثرى من شدة العطش) چنانچہ یہ دیکھ کر اس کے دل میں رحم آیا اور اس نے پسند نہ کیا کہ وہ اس کتے کو، جب کہ وہ شدید پیاس میں مبتلا ہے، یونہی چھوڑ دے۔ چنانچہ وہ اس کو لے کر ایک کنویں کے پاس پہنچا اور اپنا موزہ اتار کر اس میں پانی بھرا اور اس کتے کو پلایا۔ اللہ نے اس کے اس عمل کو پسند کیا اور اس کو بخش دیا۔ جب صحابہ نے یہ قصہ سنا تو تعجب سے کہا، اے اللہ کے رسول، کیا جانوروں کے ساتھ حسن سلوک میں بھی اجر ہے ’ائن لنا فى البهائم لأجرا يا رسول اللّٰه ‘ فرمایا، ہر ذی حیات کے ساتھ حسن سلوک میں اجر ہے۔[۲۸]

اسلام نے مخلوق خدا کے ساتھ حسن سلوک کو محض نیکی قرار نہیں دیا، بلکہ اس کو اسلامی عبادات میں ایک اہم عبادت

---

[۲۷] مسلم۔

[۲۸] رواہ البخاری۔

کا درجہ دیا۔ اسلام میں نماز کے بعد جو دوسری بڑی عبادت ہے وہ زکوٰۃ ہے، جو غربا و مساکین کی خبر گیری کا دوسرا نام ہے۔ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر نماز کا ذکر زکوٰۃ کے ساتھ آیا ہے 'اقیموا الصلٰوۃ و اٰتوا الزکٰوۃ' اس التزام سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ نماز اور زکوٰۃ لازم و ملزوم ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام میں ایک بندۂ مومن کا ہر وہ کام، خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، خواہ آخرت سے تعلق رکھتا ہو یا دنیا سے، عبادت ہے جو خدا کی رضا اور خوش نودی کے لیے کیا جائے۔ دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی عبادت میں داخل ہے۔

راہبانہ تصور عبادت کی نفی

تاریخ انسانی کے ہر دور میں ہر مذہب کے غالی اور متقشف لوگوں کا یہ خیال رہا ہے کہ آدمی خدا کی عبادت میں جس قدر ریاضات شاقہ اٹھاتا ہے اسی قدر اس کو خدا کی رضامندی اور اس کا قرب و اتصال حاصل ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ان کا یہ بھی خیال رہا ہے کہ خدا کی خالص اور سچی عبادت کے لیے ناگزیر ہے کہ آدمی انسانی معاشرہ اور اس کے علائق سے قطع تعلق کر کے جنگل یا پہاڑ کے کسی گمنام گوشے میں معتکف ہو جائے، اور اگر کسی سبب سے یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم انسانی آبادی سے دور کوئی خانۂ عزلت تلاش کر لے، اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو آبادی کے اندر ہی کوئی خاموش گوشۂ عافیت ڈھونڈ لے اور وہاں ہنگامہ ہائے دنیا سے بے خبر ہو کر خدا کی عبادت و ریاضت میں اپنا وقت گزارے۔ گویا ان کے نزدیک خدا کے حق کی ادائیگی کے لیے حقوق العباد سے منہ موڑنا اور امکانی حد تک خود اپنے نفس و جسم کے حقوق کو پامال کرنا ناگزیر ہے۔ اس راہبانہ تصور عبادت کی بہت سی مثالیں انسان کی قدیم مذہبی تاریخ میں موجود ہیں، اس سے پہلے ہم عیسائی رہبان اور ہندو جوگیوں کے احوال بیان کر چکے ہیں جن سے راہبانہ تصور عبادت کا مفہوم اور اس کے اطراف و جوانب پوری طرح واضح ہو گئے ہیں۔

جہاں تک اسلامی تاریخ کا تعلق ہے اس کے تقریباً ہر عہد میں مسلمانوں کے اندر ایسے مذہبی لوگ موجود رہے ہیں جو راہبانہ تصور عبادت سے ایک حد تک مانوس تھے، اگرچہ وہ عیسائی راہبوں کی طرح مکمل طور پر تجرد کے قائل نہ تھے اور نہ ہی تربیت نفس کے معاملے میں نفس کشی اور تعذیب جسم کی حد تک پہنچے ہوئے تھے۔[۲۹] پھر بھی ان کا عام طرز زندگی راہبانہ تھا، اور وہ عام طور پر مخلوق خدا سے الگ تھلگ ہو کر زندگی گزارتے تھے اور ازدواجی تعلق بھی برائے نام ہی رکھتے تھے۔ یہ غالی صوفیوں کا طبقہ تھا۔

---

[۲۹] شاذ میں اس کی مثالیں بھی موجود ہیں۔

آج بھی مسلمانوں میں ایک ایسا مذہبی طبقہ موجود ہے جس کے تصور عبادت میں راہبانہ تصور عبادت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اس طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد علانیہ ترک دنیا کی تعلیم تو نہیں دیتے لیکن ان کے نزدیک روحانی ترقی اور آخرت میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ عابد و زاہد مسلمان اسباب دنیا کی نفی کرے یا ان سے برائے نام تعلق رکھے اور اپنے اوقات کا بیشتر حصہ کسی گوشۂ مسجد یا خانۂ خلوت میں بیٹھ کر ذکر الٰہی، مراقبہ اور مجاہدہ میں گزارے۔ ان کے نزدیک یہی معراج عبادت ہے۔ یہ خیال بھی راہبانہ تصور عبادت ہی کی ایک قسم ہے۔

راہبانہ تصور عبادت کو صحیح تسلیم کر لینے کے معنی یہ ہیں کہ یہ کارخانۂ خلق و ایجاد ایک کار عبث ہے اور اس میں انسانی وجود کی تخلیق بھی بے مقصد ہے۔ اور یہ تصور حقیقت واقعہ کے خلاف ہوگا۔ اسلام نے بتایا کہ یہ کائنات کوئی بازیچۂ اطفال نہیں ’وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ ‘(سورۂ انبیاء ۱۶) بلکہ اس کی تخلیق کے پیچھے ایک عظیم مقصد ہے اور وہ مقصد حق و باطل کی آویزش اور اس کے نتیجے میں حق کا غلبہ اور باطل کا استیصال ہے ’بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ‘(سورۂ انبیاء ۱۸)۔

اس کے علاوہ اس عالم آب و گل میں انسانی وجود ایک مرکزی مقام رکھتا ہے۔ انسان کی عظمت و فضیلت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ خدا نے اس کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ ’هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ الخ ‘(سورۂ فاطر ۳۹) اور اس جہان رنگ و بو کی تمام چھوٹی اور بڑی اشیاء کو اس کے دست تصرف میں دے دیا ’وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ‘(سورۂ جاثیہ: ۱۳) اس مقام و مرتبے کے حامل انسان کا مقصد تخلیق یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ اس دنیا سے اپنا ذہنی و عملی رشتہ منقطع کر کے کسی کنج عزلت میں جا بیٹھے اور وہاں عبادت و ریاضت میں اپنی پوری زندگی گزار دے۔

جب معلوم ہو گیا کہ انسان اس زمین میں خلیفہ بنایا گیا ہے تو اس کا مقصد تخلیق خود بخود واضح اور متعین ہو جاتا ہے۔ اور وہ مقصد یہ ہے کہ وہ خدا کی زمین میں اپنی مرضی اور خوشی سے اس کے حکم و ہدایت کے مطابق زندگی گزارے، انفرادی بھی اور اجتماعی بھی۔ یہی وہ عبادت ہے جس کے لیے انسان کی تخلیق عمل میں آئی ہے۔ فرمایا گیا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ.
(سورۂ ذاریات: ۵۶)

”میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ اسلام راہبانہ تصور عبادت کا مخالف ہی نہیں بلکہ اس کے وجود تک کا منکر ہے: ’لا رھبانیة فی

الاسلام[۳۰]‘ اگر کسی شخص کو لفظ رہبانیت سے کوئی خاص انس وشیفتگی ہو تو وہ جان لے کہ اسلام کے لغت میں اس کا مفہوم ترک دنیا نہیں بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ’رهبانية هذه الامة الجهاد فی الاسلام[۳۱]‘ اس امت کی رہبانیت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سختی کے ساتھ رہبانیت کے جملہ اعمال واشکال، مثلاً ترک دنیا یعنی قطع علائق، نفس کشی یعنی ترک لذائذ، اور عبادت (پرستش) میں ریاضات شاقہ وغیرہ کی نفی کی ہے، جیسا کہ اگلی سطروں سے بالکل واضح ہو جائے گا۔

ترک دنیا

قرآن کے بیان کے مطابق، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، انسان کا مقصد تخلیق خدا کی عبادت ہے، یعنی اس کے احکام کے مطابق اس زمین پر زندگی گزارنا۔ اس تصور عبادت کے مطابق ترک دنیا ممکن نہیں، بلکہ اس میں ضروری حد تک شمولیت ناگزیر ہے۔ فرمایا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اِذَا نُوۡدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ
يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ
وَذَرُوا الۡبَيۡعَ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ
تَعۡلَمُوۡنَ. فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانۡتَشِرُوۡا
فِى الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ
وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ.

’’اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن کی نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمھارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز ختم ہو جائے تو اللہ کے فضل کی طلب میں زمین میں پھیل جاؤ۔ اور اللہ کو بکثرت یاد کرو تاکہ تمھیں کامیابی حاصل ہو۔‘‘

(سورۂ جمعہ: ۹-۱۰)

یہ آیت بتاتی ہے کہ ایک بندۂ مومن اس دنیا میں کس طرح زندگی گزارے۔ وہ خدا کی عبادت بھی کرے اور فضل خدا (روزی) کی تلاش سے بھی غافل نہ ہو، بلکہ اس میں سرگرمی دکھائے۔ البتہ اس بات کا دھیان رکھے کہ تلاش رزق میں اس سے ایسا کوئی فعل سرزد نہ ہو جو خدا کے حکم وہدایت کے خلاف ہو۔ اس آیت میں صرف یہی نہیں کہا گیا ہے کہ وہ روزی کمانے میں جدوجہد کرے بلکہ اس عمل کو فضل خدا کی طلب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ لطیف پیرایۂ بیان خود

---

[۳۰] مسند ابن حنبل، ج ۵، ص ۲۶۶۔

[۳۱] مسند ابن حنبل، ج ۵، ص ۲۶۶۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

صراحت کرتا ہے کہ روزی کمانا خدا کی نظر میں ایک پسندیدہ فعل ہے اور وہ اپنے بندوں سے اس بات کا خواہاں ہے کہ وہ روزی کمانے کے لیے زمین میں تگ ودو کریں 'فَانْتَشِرُوْا فِی الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ '، اس کو محض دنیا کا کام یا خدا کی عبادت میں کوئی رکاوٹ سمجھ کر اس سے کنارہ کشی اختیار نہ کریں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ کسب معاش کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ آیا ہے جو اس کی فضیلت کی دلیل ہے۔ فرمایا گیا ہے:

عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى	”اس کے علم میں ہے کہ تم میں مریض ہوں گے اور
وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِی الْأَرْضِ يَبْتَغُوْنَ	ایسے لوگ بھی جو اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کریں
مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِیْ	گے اور کچھ دوسرے لوگ بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ
سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَؤُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ.	میں جہاد کا ارادہ رکھتے ہوں گے تو جتنا آسانی کے
(سورۂ مزمل: ۲۰)	ساتھ ہو سکے اتنا قرآن پڑھو۔“

اس آیت کی بہترین تفسیر حضرت عمر فاروق کا یہ قول ہے کہ ”خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے جان دینے کی خواہش کے بعد جس دوسری چیز کی میں تمنا رکھتا ہوں وہ یہ کہ حصول رزق اور کشادگی کی تلاش میں میری موت واقع ہو۔“[۳۲]

حقیقت یہ ہے کہ ایک آدمی کے ایمان وعبادت کا امتحان کاروبار دنیا ہی میں ہوتا ہے جہاں ہر قدم پر شیطانی وساوس اور نفس کی فتنہ انگیزیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ مشہور تابعی ابراہیم نخعی سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایک عبادت گزار صوفی اور ایک امانت دار تاجر میں سے کس کو ترجیح دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ امانت دار تاجر میرے نزدیک افضل ہے اس لیے کہ شیطان اسے بہر صورت ورغلاتا ہے، کبھی ناپ تول اور کبھی لین دین میں اسے الجھانے اور غلط راہ میں لے جانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن وہ اسے برابر شکست دیتا رہتا ہے۔

ترک دنیا کا مطلب بندگان خدا کے حقوق کی ادائیگی سے فرار ہے اور یہ اسلام کی نظر میں عبادت نہیں، فعل گناہ ہے۔ اسلام میں جو عبادت مطلوب ہے وہ خدا کے حق کے ساتھ بندوں کے حقوق کو، جس میں نفس کا جائز حق بھی شامل ہے، احکام شریعت کے مطابق ادا کرنا ہے۔ ایک غزوہ میں کسی صحابی نے ایک ایسا غار دیکھا جو نہایت عمدہ جگہ پر واقع تھا۔ قریب ہی میں پانی کا چشمہ رواں تھا اور قرب وجوار میں خوش نما نباتات اگی ہوئی تھیں۔ صحابی مذکور کو یہ جگہ عبادت اور گوشہ نشینی کے لیے نہایت عمدہ معلوم ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھ کو ایک غار ملا ہے، جو نہایت پسندیدہ ہے، وہاں ضرورت کی سب چیزیں بھی موجود ہیں۔ اجازت دیں کہ میں ترک دنیا کر کے وہاں جا بیٹھوں اور خدا کی عبادت کروں۔ آپ نے فرمایا، یہودیت اور عیسائیت لے کر دنیا میں نہیں

---

[۳۲] سنن سعید بن منصور۔

آیا ہوں۔ میں جو ابراہیمی مذہب لایا ہوں وہ نہایت آسان، سہل اور بالکل واضح ہے۔[۳۳]

نفس کشی

ترک دنیا کی طرح اسلام میں نفس کشی کی بھی اجازت نہیں ہے۔ جائز حدود میں لذائذ دنیا سے متمتع ہونا خلاف عبادت تو کجا عین منشائے الٰہی ہے۔ فرمایا گیا ہے:

> قُلۡ مَنۡ حَرَّمَ زِيۡنَةَ اللّٰهِ الَّتِيۡٓ اَخۡرَجَ لِعِبَادِهٖ
> وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزۡقِ. (سورۂ اعراف ۳۲:)
>
> ”پوچھو، کس نے حرام ٹھیرایا ہے اللہ کی اس زینت کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیا، اور رزق کی پاکیزہ چیزوں کو۔“

دور رسالت میں جب بعض صحابہ نے جوش عبادت میں نفس کشی کی راہ میں چلنا چاہا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راہبانہ رجحان کی سختی کے ساتھ نفی فرمائی۔ ایک صحابی قدامہ بن مظعون اپنے ایک ساتھی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ”یا رسول اللہ ہم میں سے ایک نے عمر بھر مجرد رہنے اور دوسرے نے گوشت نہ کھانے کا ارادہ کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا، میں تو یہ دونوں باتیں کرتا ہوں۔ یہ سن کر دونوں صحابی اپنے خیال سے تائب ہو گئے۔[۳۴]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے شادی کی اور وہ ایک صالح نوجوان تھے۔ نماز، روزہ اور تلاوت قرآن سے غیر معمولی شغف رکھتے تھے۔ ان کے والد عمرو ان کے گھر گئے تا کہ ان کی بیوی سے ان کا حال معلوم کریں کہ وہ کس طرح اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ بیوی نے کہا: وہ اچھے آدمی ہیں، ہم نے ایک ساتھ ابھی تک بستر میں رات نہیں گزاری ہے۔ یہ سن کر عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ عبداللہ بن عمرو خود روایت کرتے ہیں کہ جب میں خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ نے کہا:

> ”مجھے معلوم ہوا کہ تم دن میں روزہ رکھتے ہو اور ساری رات تلاوت کرتے ہو۔ میں نے کہا، ہاں یہ بات سچ ہے یا رسول اللہ، لیکن اس سے بھلائی کے علاوہ اور میرا کوئی مقصود نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، تم پر تمھاری بیوی کا بھی حق ہے، تمھارے مہمان کا بھی حق ہے اور تمھارے جسم کا بھی حق ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ داؤد نبی اللہ کی طرح روزے رکھو کہ وہ بڑے عبادت گزار تھے۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ، داؤد کا روزہ کیا ہے؟ فرمایا، وہ ایک دن ناغہ دے کر روزہ رکھتے تھے۔ مزید فرمایا کہ ایک مہینا میں قرآن ختم کیا کرو۔ میں نے کہا، میں اس سے زیادہ کی طاقت

---

[۳۳] مسند ابن حنبل، ج۵، ص۲۶۶۔

[۳۴] بخاری، کتاب الصوم۔

رکھتا ہوں۔ فرمایا، بیس دن میں ختم کر لو۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، تو دس دن میں۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ فرمایا، اچھا تو سات دن میں ختم کیا کرو اور اس میں اضافہ نہ کرو۔ تم پر تمھاری بیوی کا بھی حق ہے، تمھارے مہمان کا بھی حق ہے اور تمھارے جسم کا بھی حق ہے۔'' (بخاری، کتاب الصوم، باب: حق الجسم فی الصوم)

حضرت عثمان بن مظعون ایک عابد و زاہد صحابی تھے اور نہایت متقشفانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ آنحضور کو معلوم ہوا کہ وہ شب و روز ذکر و عبادت الٰہی میں مشغول رہتے ہیں اور اپنی بیوی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور شب میں بہت کم سوتے ہیں۔ آپ نے ان کو بلا کر پوچھا: عثمان! کیا تم میرے طریقہ سے ہٹ گئے ہو؟ انھوں نے عرض کیا، خدا کی قسم میں ہرگز آپ کے طریقہ سے نہیں ہٹا ہوں، میں تو آپ ہی کے طریقے پر چلنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا، عثمان خدا سے ڈرو کہ تمھارے اہل و عیال کا بھی تم پر حق ہے، تمھارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری جان کا بھی تم پر حق ہے۔ تم روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو، نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔[۳۵]

قبیلہ باہلہ کے ایک شخص نے اسلام قبول کیا تو ان صحابی نے دن کا کھانا چھوڑ دیا اور مسلسل روزے رکھنے لگے۔ ایک سال کے بعد جب وہ مدینہ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ ان کو پہچان نہ سکے کیونکہ مسلسل روزوں کی وجہ سے ان کی صورت بالکل بدل گئی تھی۔ انھوں نے اپنا نام بتایا تو فرمایا، تم تو خوب رو تھے، یہ صورت کیسے بدل گئی؟ عرض کیا، یا رسول اللہ، جب سے آپ سے مل کر گیا ہوں متصل روزے رکھتا ہوں۔ فرمایا، تم نے اپنی جان کو کیوں عذاب میں ڈالا، رمضان کے علاوہ ہر مہینا میں ایک روزہ کافی ہے۔ انھوں نے اس سے زیادہ کی طاقت ظاہر کی تو آپ نے مہینے میں دو روزے کی اجازت دی۔ انھوں نے اس سے زیادہ کی اجازت چاہی تو مہینے میں تین روزے کر دیے۔ انھوں نے اس سے بھی زیادہ کی درخواست کی تو آپ نے ماہ حرام کے روزوں کی اجازت دی۔[۳۶]

ایک بار صحابہ کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال معلوم کرنے ازواج مطہرات کے گھر پہنچی۔ ان کا گمان تھا کہ آپ ہر وقت سربسجود رہتے ہوں گے، رات بھر نمازیں پڑھتے ہوں گے، تمام دن روزے رکھتے ہوں گے، رات میں کم سوتے ہوں گے، جسم کو کم ہی آرام دیتے ہوں گے، اور عورتوں سے کوئی تعلق نہ رکھتے ہوں گے۔

---

[۳۵] ابوداؤد، کتاب الصلوٰۃ باب: یومر به من القصد فی الصلوة۔

[۳۶] ابوداؤد، کتاب الصوم، باب: فی صوم شهر الحرام۔

لیکن جب ازواج مطہرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں بتایا تو وہ ان کے ارادوں سے کم معلوم ہوئی۔ انھوں نے کہا کہ ہم کو آنحضور سے کیا نسبت، اللہ نے آپ کی مغفرت فرما دی ہے 'وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ' ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ساری رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا، میں عمر بھر روزے رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا، تیسرے نے کہا، میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا۔ رسول اللہ نے جب ان کی باتیں سنیں تو ان کے پاس آئے اور فرمایا:

> انتم القوم الذین قلتم کذا و کذا؟ واللّٰہ انی لاخشاکم اللّٰہ واتقاکم له. لکنی اصوم وافطر، واصلی وارقد، واتزوّج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی. (صحیح بخاری، کتاب النکاح)

> ''کیا وہ تمھی لوگ ہو جنھوں نے اس قسم کی باتیں کی ہیں۔ خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور اس کی نافرمانی سے احتراز کرتا ہوں تاہم میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں، راتوں کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طریقے سے ہٹ گیا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔''

رہبانیت کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مؤثر تعلیمات اور آپ کے اسوۂ حسنہ کے نتیجے میں اسلام کے ابتدائی دور میں شجر رہبانیت کو برگ و بار لانے کا موقع نہیں مل سکا۔ جب بھی کسی کے اندر اس قسم کا میلان پیدا ہوا تو خود صحابہ نے اس کو سختی کے ساتھ روکا۔ حضرت ابودرداء ایک مشہور عابد شب زندہ دار صحابی گزرے ہیں۔ رسول اللہ نے ان کے اور حضرت سلمان فارسی کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کیا تھا۔ ایک بار سلمان ان کی ملاقات کو گئے تو دیکھا کہ ان کی بیوی معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا، تمھارے بھائی ابودرداء کو دنیا سے کوئی رغبت نہیں ہے۔ جب ابودرداء آئے تو سلمان کے لیے کھانا لگایا گیا۔ انھوں نے سلمان سے کہا، تم کھاؤ میں روزے سے ہوں۔ انھوں نے کہا، میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک تم بھی شریک نہ ہو گے۔ چنانچہ وہ شریک طعام ہوئے۔ جب رات ہوئی تو ابودرداء نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ سلمان نے کہا، ابھی سو رہو، وہ مان گئے۔ وہ دوبارہ اٹھے تو کہا سو جاؤ۔ جب رات کا آخری پہر آ گیا تو سلمان نے ان کو بیدار کیا اور کہا اب نماز پڑھو۔ چنانچہ دونوں نے نماز ادا کی۔ اس کے بعد سلمان نے کہا، اے ابودرداء! تمھارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لیے ہر حق دار کا حق اس کو ادا کرو۔ دوسرے دن

ابودرداء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ساری باتیں بیان کیں۔ آپ نے فرمایا، سلمان نے سچ کہا۔[۳۷]

ریاضات شاقہ

ہر قوم کے غالی مذہبی لوگوں کا یہ خیال رہا ہے کہ عبادت میں جتنی زیادہ جسمانی مشقتیں اٹھائی جائیں اور جسم کو اذیت میں مبتلا کیا جائے اتنا ہی زیادہ اللہ خوش اور راضی ہوتا ہے۔ اس سے پہلے عیسائی رہبان کی ریاضات شاقہ کا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔ بعض مسلم صوفیاء بھی عیسائی رہبان کے نقش قدم پر چلے ہیں۔[۳۸] لیکن اسلام کی تعلیم اس معاملے میں نہایت سادہ، آسان اور مطابق فطرت ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:

مَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ. (سورۂ حج: ۷۸)

”اور اس نے دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔“

ایک دوسری جگہ وضو اور تیمّم کے ذکر کے بعد ارشاد ہوا ہے:

مَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّلٰـكِنۡ يُّرِيۡدُ لِيُطَهِّرَكُمۡ وَلِيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ. (سورۂ مائدہ: ۶)

”اللہ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور تم پر اپنی نعمت تمام کرے تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔“

ماہ صیام میں بیماری اور سفر کی حالت میں روزے کا حکم بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے:

يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ بِكُمُ الۡعُسۡرَ وَلِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ. (سورۂ بقرہ: ۱۸۵)

”اللہ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے، تمھارے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا۔ وہ تو چاہتا ہے کہ تم تعداد پوری کرو اور اللہ نے جو ہدایت تمھیں بخشی ہے اس پر اس کی بڑائی کرو، اور تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔“

---

[۳۷] بخاری، کتاب الادب۔

[۳۸] ایک صوفی بزرگ بیس سال تک مستقل کھڑے رہے صرف نماز میں تشہد کے لیے بیٹھتے تھے (کشف المحجوب ص ۲۹۲) سری ایک بڑے عبادت گزار صوفی گزرے ہیں۔ وہ اٹھانوے برس تک زندہ رہے اور سوائے مرض الموت کے کبھی لیٹے نہیں (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۹) ایک چشتی بزرگ خواجہ ابومحمد اپنے مکان کے ایک گہرے کنویں میں الٹا لٹک کر عبادت میں مصروف رہتے تھے (سیر الاولیاء ص ۴۰) مزید معلومات کے لیے قارئین ابن الجوزی کی کتاب ”تلبیس ابلیس“ ملاحظہ کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعدد ارشادات میں صحابہ کو تلقین کی ہے کہ وہ دین میں میانہ روی اختیار کریں اور عبادت میں غیر ضروری مشقت سے کام نہ لیں کہ یہ عیسائی رہبان کا طریقہ ہے، فرمایا:

> ان الدين يسر، ولن يشاد الدين احد الا غلبه فسددوا وقاربوا وأبشروا الخ.
>
> (رواہ البخاری، کتاب الایمان، باب: الدین یسر)
>
> ''دین آسان ہے، جو کوئی دین میں سختی اختیار کرے گا تو وہ اس پر غالب آجائے گا۔ پس راہ راست پر قائم رہو، میانہ روی اختیار کرو اور خوش خبری دو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تو دوسری باتوں کے علاوہ یہ نصیحت بھی کی:

> يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا.
>
> (رواہ البخاری، کتاب الایمان، باب: الدین یسر)
>
> ''تم دونوں آسانی پیدا کرنا، تنگی پیدا نہ کرنا، خوش خبری دینا، نفرت نہ دلانا، اور خوشی سے ایک دوسرے کی تابعداری کرنا، اختلاف نہ کرنا۔''

www.javedahmadghamidi.org

آسانی اور سادگی ہی اسلام کی روح ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

> الا هلك المتنطعون، الا هلك المتنطعون، الا هلك المتنطعون.
>
> (رواہ مسلم واحمد وابوداؤد)
>
> ''سن لو، غلو کرنے والے ہلاک ہوئے، سن لو، غلو کرنے والے ہلاک ہوئے، سن لو غلو کرنے والے ہلاک ہوئے۔''

اسلام میں وہی عبادت محمود ہے جو آسانی کے ساتھ مگر پابندی سے کی جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> اكلفوا من العمل ما تطيقون فان الله لا يمل حتى تملوا، فان احب العمل الى الله ادومه وان قل.
>
> (ابوداؤد، باب: القصد فی الصلوٰة)
>
> ''اتنے ہی کام کی تکلیف اٹھاؤ، جس کو بآسانی کر سکو کیونکہ جب تک تم نہ اکتا جاؤ خدا نہیں اکتاتا۔ خدا کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام وہ ہے جو برابر انجام پائے اگرچہ قلیل ہو۔''

حضرت عائشہ نے جب رسول اللہ کو بتایا کہ خولاء بنت تویت نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ وہ رات بھر نہیں سوئے گی اور عبادت کرے گی تو آپ نے فرمایا:

> لا تنام الليل؟ خذوا من العمل ما تطيعون، فو الله لا يسأم الله حتى تسأموا.
>
> ''رات میں نہیں سوئے گی؟ اتنا ہی عمل کرو جتنے کی طاقت رکھتے ہو۔ خدا کی قسم اللہ نہیں اکتاتا جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ۔''

(رواہ البخاری، باب: التہجد باللیل، باب: ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ)

انس روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ زینب کی رسی ہے۔ دوران نماز جب وہ تھکن محسوس کرتی ہیں یا وقفہ دینا چاہتی ہیں تو اس کو پکڑ لیتی ہیں۔ فرمایا، اس کو کھول دو۔ تم میں سے ہر شخص کو اس وقت تک نماز پڑھنا چاہیے جب تک طبیعت میں تازگی محسوس ہو۔ جب تھک جاؤ یا وقفہ دینا چاہو تو بیٹھ جاؤ۔[۳۹]

ایام جاہلیت میں مناسک حج کے اندر بعض باتیں رہبانیت کی داخل ہو گئی تھیں، جو دراصل عیسائی رہبان کے اثرات کا نتیجہ تھیں۔ اسلام کے بعد بھی بعض لوگ ان اثرات سے آزاد نہیں ہو سکے تھے۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر کی بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ پیدل چل کر حج کریں گی۔ عقبہ نے اس بارے میں رسول اللہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا، خدا کو تمھاری بہن کی اس نذر کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے کہو کہ وہ سوار ہو کر حج کریں۔[۴۰]

آپ نے دیکھا کہ ایک شخص بڑھاپے کی وجہ سے چل نہیں سکتا، اس کے بیٹے دونوں طرف سے اس کو پکڑے ہوئے چلا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے پیدل حج کی نیت کی ہے۔ فرمایا، خدا کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے، اس کو سوار کر دو۔[۴۱] اسی طرح ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے تو دیکھا کہ ایک شخص چلچلاتی دھوپ میں ننگے سر کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا، یہ کون شخص ہے اور وہ کیوں دھوپ میں کھڑا ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ اس کا نام ابو اسرائیل ہے۔ اس نے نذر مانی ہے کہ وہ کھڑا رہے گا، بیٹھے گا نہیں اور نہ سایہ میں آرام کرے گا اور نہ بات کرے گا اور برابر روزے رکھے گا۔ آپ نے فرمایا، اس سے کہو کہ باتیں کرے، بیٹھے، سایہ میں آرام کرے اور اپنا روزہ پورا کرے۔[۴۲]

عمار بن یاسر بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ نہایت گرمی کے دنوں میں سفر شروع ہوا تھا۔ راستے میں ہم ایک جگہ ٹھہرے۔ ہم میں سے ایک شخص نکلا اور جلدی سے درخت کے سائے میں

---

[۳۹] رواہ البخاری، باب: التہجد باللیل، باب: ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ۔

[۴۰] سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب: من رای علیہ کفارۃ اذا کان فی معصیۃ۔

[۴۱] ایضاً، مزید دیکھیں بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب: النذر فیما لا یملک وفی معصیۃ۔

[۴۲] صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب: النذر فیما لا یملک وفی معصیۃ۔

چلا گیا۔ دوسرے لوگ تو درخت کے سائے میں آرام کر رہے تھے اور وہ اس طرح سویا ہوا تھا جیسے اذیت میں مبتلا ہو۔ رسول اللہ نے دیکھا تو پوچھا، تمھارے ساتھی کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا، وہ روزے سے ہے۔ آپ نے فرمایا:

لیس من البر ان تصوموا فی السفر وعلیکم بالرخصة التی رخص اللّٰہ لکم فاقبلوھا. (رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن)

''یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم سفر میں روزہ رکھو، اللہ کی دی ہوئی رخصت کو لازم جانو اور اس پر عمل کرو۔''

حضرت انس سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ہم میں روزہ دار بھی تھے اور بے روزہ دار بھی۔ ہم نے ایک منزل پر قیام کیا۔ دن نہایت گرم تھا۔ جو روزہ دار تھے وہ تو زمین پر پڑ رہے اور جو لوگ روزہ سے نہیں تھے انھوں نے خیمے نصب کیے اور جانوروں کو پانی پلایا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ نے فرمایا:

ذھب المفطرون الیوم بالاخر.

''آج اجر میں بے روزہ دار بازی لے گئے۔''

(رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد)

ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ وہ اور ان کے والد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ امارت میں انس بن مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت وہ نماز پڑھ رہے تھے، نہایت ہلکی نماز گویا کہ مسافر کی نماز ہو۔ جب انھوں نے سلام پھیرا تو والد نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم کرے، کیا یہ فرض نماز تھی یا نفل؟ انھوں نے کہا، یہ فرض نماز تھی، اور یہ رسول اللہ کی نماز تھی۔ میں نے اس میں کوئی خطا نہیں کی ہے بجز بھول چوک کے۔ رسول اللہ فرماتے تھے:

لاتشددوا علی انفسکم فشدد علیکم، فان قوما شددوا علی انفسھم فشدد اللّٰہ علیھم، فتلك بقایاھم فی الصوامع والدیار: رھبانیة ابتدعوھا ما کتبنا علیھم.

''اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کہ وہ تم پر سختی کرے۔ ایک قوم نے اپنے نفوس پر سختی کی تو اللہ نے ان پر سختی فرمائی۔ یہ صومعے اور خانقاہیں ان ہی کی یادگار ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی: 'رھبانیة ابتدعوھا الخ'[۴۳]۔''

(سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب: فی الحد)

انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل ایک قبیلے کے امام تھے۔ حرام (ابن ملحان) نماز سے فارغ ہو کر اپنے باغ کو سینچنا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ لوگوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے اور نماز میں شریک ہو گئے، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ معاذ نماز کو طول دے رہے ہیں تو وہ نماز مختصر کر کے اپنے باغ کو چلے گئے تاکہ اس کو سینچیں۔

---

[۴۳] سورۂ حدید ۲۷۔

جب معاذ نے نماز ختم کی تو انھیں یہ بات بتائی گئی۔ یہ سن کر انھوں نے کہا کہ وہ منافق ہے۔ کیا وہ باغ کو سینچنے کے لیے نماز میں عجلت کرتا ہے۔ جب حرام کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (اور معاذ بھی آئے) اور کہا: اے اللہ کے نبی، میرا ارادہ یہ تھا کہ اپنے باغ کو سینچوں۔ چنانچہ میں مسجد میں آیا تا کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھوں، لیکن جب انھوں (معاذ) نے نماز کو طول دیا تو میں اپنی نماز مختصر کر کے باغ میں چلا گیا تا کہ اسے سینچوں۔ انھوں نے اس سے یہ سمجھ لیا کہ میں منافق ہوں۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کی طرف دیکھا اور فرمایا، کیا تو فتنہ پھیلانے والا ہے، کیا تو فتنہ پھیلانے والا ہے؟ 'أفتان انت، أفتان انت' ان کو لمبی نماز نہ پڑھایا کرو۔ 'سبح اسم ربك الاعلیٰ' اور 'واشمس وضحاها' وغیرہ پڑھایا کرو۔[۴۴]

دیکھیں کہ ایک شخص طول نماز کی وجہ سے اپنی نماز مختصر کر کے جماعت سے الگ ہو جاتا ہے، لیکن رسول اللہ اس کو ذرا بھی ملامت نہیں کرتے بلکہ الٹا حضرت معاذ بن جبل جیسے صحابی کو تنبیہ فرماتے ہیں اور یہ سخت الفاظ ارشاد فرماتے ہیں: 'أفتان انت، أفتان انت'؟

اس واقعے سے صاف طور پر دین اسلام کا مزاج معلوم ہو جاتا ہے۔ اور وہ مزاج یہ ہے کہ عادت میں غلو سے پرہیز کیا جائے۔ اللہ کو اپنے بندوں سے جسمانی ریاضتیں نہیں، تقویٰ مطلوب ہے۔ یہ غلو ہی تو تھا جس نے ماضی میں قوموں کو ہلاک کیا ہے، ابن عباس فرماتے ہیں:

ایاکم والغلو، فان اهلك من كان قبلكم الغلو. (رواه مسلم)	''غلو سے بچو، تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کو غلو ہی نے ہلاک کیا۔''

[باقی]

---

[۴۴] رواہ احمد باسناد صحیح۔ یہ قصہ صحیحین وغیرہ میں بھی لفظی فرق کے ساتھ مذکور ہے۔ دیکھیں بخاری، باب: اذا طول الامام وکان للرجل حاجۃ۔